دوستی ایسا ناتا

شمیم فضل خالق

میں اور شہاب آپس میں گہرے دوست تھے۔ یوں سمجھیں کہ ایک جان دو قالب تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ہماری دوستی کیسے شروع ہوئی تھی' میں نے تو جب سے شعور کی دنیا میں آنکھ کھولی تھی شہاب کو اپنے آس پاس دیکھا تھا اور شاید تب سے ہمارے درمیان دوستی کا لازوال رشتہ استوار ہو گیا تھا...... ہمارے گھر پاس، پاس تھے۔ ہم دونوں ایک اسکول میں پڑھتے تھے، ایک ساتھ اسکول جاتے تھے' اسکول میں بھی ایک ساتھ رہتے اور گھر بھی ایک ساتھ آتے تھے۔ گھر آنے کے بعد ہمارا گھر میں ٹکنا محال تھا...... کتابیں پھینک، پھینک کر کھانے کے نام پر دو چار نوالے حلق میں ٹھونس کر میں شہاب کے گھر جاتا اگر مجھے جانے میں تھوڑی دیر ہو جاتی تو وہ آ جاتا پھر ہم دونوں



کی بیرونی سرگرمیاں شروع ہو جاتیں......شام کو کسی ایک کے گھر ہم دونوں مل کر اپنا ہوم ورک کرتے...... ٹی وی دیکھتے اور رات گئے ہم ایک دوسرے سے جدا ہوتے......دونوں گھروں میں ہمارے آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں تھی......ہم دو بھائی اور دو بہنیں تھیں اور شہاب سے بڑی دو بہنیں تھیں...... مجھے اس کے گھر سے محبتیں ملتیں، اس کے ماں، باپ اور دونوں بہنیں مجھے شہاب کی طرح ہی ٹریٹ کرتیں اسی طرح میرے والدین بھی شہاب کو میری جیسی محبت اور اپنائیت دیتے۔

......وقت اپنی مخصوص چال لیے چل رہا تھا...... ہم اسکول سے کالج اور کالج سے یونیورسٹی آگئے پھر ہم دونوں نے ایم بی اے کیا اور آج کل فارغ تھے اور جاب کا انتظار کررہے تھے۔ اس دوران میں میرے اور شہاب دونوں کے حالات میں کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی......ہم دونوں کے گھر اسی پرانے محلے میں تھے اور مزید پرانے ہو گئے تھے۔ ہم دونوں کے والد اپنی، اپنی نوکریوں سے ریٹائر ہو گئے تھے۔ میرا بڑا بھائی ہمارے والد کی جاب پر لگ گیا تھا تو اس لیے حالات ویسے کے ویسے رہے تھے۔ شہاب اپنے والدین کا واحد بیٹا تھا اور اس کی ابھی نوکری بھی نہیں لگی تھی ۔والد بھی اس کے ریٹائر ہوگئے تھے لیکن گھر کے حالات پہلے جیسے ہی تھے۔ شہاب کی بڑی بہن کسی سرکاری اسکول میں ٹیچر تھیں دوسری بہن گھر میں ماں کا ہاتھ بٹاتی تھیں، ہمارا مڈل کلاس طبقہ تھا جہاں سالوں سال گزر جاتے ہیں لیکن حالات میں کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہوتی...... ہم دونوں کے گھرانے بھی کسی تبدیلی کے بغیر چل رہے تھے۔ ہاں ایک خاص بات ضرور تھی کہ گزرتے وقت نے میرے اور شہاب کی دوستی کو اور زیادہ مضبوط بنا دیا تھا...... ہم اب بھی ایک دوسرے کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتے اور اسی طرح آزادانہ ایک دوسرے کے گھر آیا جایا کرتے تھے......اب ہمارا مقصد کوئی اچھی جاب ڈھونڈنا تھا اور اسی مقصد کے لیے ہم ساتھ، ساتھ سی وی دیتے...... انٹرویو کے لیے بھی ساتھ ہی جاتے لیکن تاحال ہمیں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

ان دنوں شہاب کی پھوپی آئی ہوئی تھیں ساتھ ان کی بیٹی شمائل بھی......شہاب کی یہ پھوپی لاہور کے ایک کھاتے پیتے گھرانے میں بیاہی تھیں۔ ان کا ایک بیٹا وسیم اور ایک بیٹی شمائل تھی...... دونوں گھرانوں کی آپس میں بہت محبت تھی سو وہ اکثر بھائی کے گھر اپنے بچوں کے ساتھ رہنے آجایا کرتی تھیں...... وسیم ہمارا ہم عمر تھا اور شمائل، وسیم سے چھوٹی تھی......وسیم اکثر ماں کے ساتھ نہ آتا لیکن شمائل ضرور آتی...... سنہری بالوں اور بھوری آنکھوں والی شمائل ایک معصوم سی حسین لڑکی تھی...... میں شام کو جب شہاب کے گھر گیا تو اس کی پھپو پندرہ دن گزارنے کے بعد رات کی ٹرین سے اب لاہور واپس جانے کو تیار تھیں اور شہاب انہیں روکنے کی کوشش کررہا تھا...... مجھے دیکھا تو فوراً بولا۔

”سعد...... تم ہی پھپو کو سمجھاؤ...... کہ کچھ دن اور رک جائیں ان کے جانے کے بعد تو گھر میں جیسے سناٹا اتر آتا ہے۔“

”ہاں پھپو......شہاب ٹھیک کہتا ہے...... چند دن اور گزار لیں......اس بار تو آپ ہمارے گھر بھی نہیں آئیں۔“ وہ جب بھی آتیں تو ہمارے گھر بھی ضرور آتیں۔

”ارے بیٹا......“ پھپو ہنس کر بولیں۔ ”ایک بار تمہاری ماں سے ملنے آئی تھی......تم گھر پر نہیں تھے۔“

اتنے میں شہاب کی امی کچن کی طرف سے آئیں اور دوپٹے کے پلو سے ہاتھ پونچھتے ہوئے بولیں۔

”رک جاؤ ناں درواثہ...... بچے کتنا زور دے رہے ہیں۔“

بھابی......دو ہفتے تو گزار لیے......کل سے وسیم بار، بار کال کررہا ہے......وہ اکیلے بور ہو رہا ہے......شمائل کے بھی چند دن بعد کالج کھل جائیں گے۔“ پھر وہ شہاب کو پیار کرتے ہوئے بولیں۔

”بیٹا......تم اور سعد بھی چکر لگاؤ ناں لاہور کا...... تمہارے گھر والے تو کسی خاص موقع کے بغیر آتے ہی نہیں ہیں......تم اور سعد ہی آجاؤ...... ہماری بھابی تو گھر سے نکلتی ہی نہیں۔“

وہ پھر سے اپنے کام میں لگ گئیں...... میں اور شہاب بھی گھر سے باہر آگئے......شہاب کچھ، چپ چپ سا تھا۔ میں نے اسے چھیڑا۔

”کیا بات ہے شہاب...... پھپو کے جانے کا بہت غم ہے یا کوئی اور بات ہے......؟“ میں نے آنکھیں گول، گول گھماتے ہوئے شرارت سے کہا......میرا خیال تھا کہ وہ پُرزور انداز میں میری بات کی تردید کرے گا...... لیکن ایسا نہیں ہوا...... وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر سنجیدگی سے کہنے لگا۔

”میں آج کل میں تمہیں یہی بات بتانے والا تھا۔“

”کیسی بات......؟“ میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”وہ......یار......دراصل...... مجھے شمائل سے محبت ہوگئی ہے۔“ وہ کچھ جھجک کر بولا تو میں بڑے زور سے اچھل پڑا۔ بے یقینی سے اسے دیکھا......اور کتنی دیر دیکھتا رہا۔

”کیا دیکھ رہے ہو؟“ وہ قدرے شرما کر بولا۔

”اپنے یار کو دیکھ رہا ہوں...... جو ماشاء اللہ جوان ہوگیا ہے۔ اور لڑکیوں کو دانہ ڈالنے لگا ہے۔“ میں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا تو وہ اسی سنجیدگی سے کہنے لگا۔

”نہیں یار......تو غلط سمجھنے لگا ہے......میں شمائل سے کوئی رابطے بڑھانے کے حق میں نہیں ہوں بلکہ سیدھے سبھاؤ اس کا ہاتھ مانگ کر اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔“ اس کی سنجیدگی دیکھ کر میں بھی سنجیدہ ہوگیا اور ہم اسی بارے میں بات چیت کرنے لگے۔

اس کے بعد ہماری باتوں میں شمائل کا ذکر بھی ہونے لگا تھا۔

”یار مجھے معلوم ہی نہیں ہوسکا کہ کب شمائل میرے دل کے اندر گھس کر بیٹھ گئی۔ میں نے کوشش کی کہ اس کے متعلق اتنا نہ سوچوں لیکن مجھے نہ خود پر اختیار رہا نہ اپنی سوچوں پر......میرے خیالوں اور خوابوں پر اسی کا قبضہ ہے اور مجھے اب اس کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔“ میں نے اسے ڈھیروں تسلیاں دیں...... لیکن سچ تو یہ تھا کہ شہاب بہت بدل گیا تھا۔ شمائل کی محبت نے اسے سرتاپا بدل دیا تھا وہ اب مجھ سے زیادہ تر شمائل کی باتیں کرتا رہتا......اسے اب کسی اور بات سے کوئی سروکار نہ تھا۔

اس دن وہ صبح، صبح میرے گھر آگیا اور چھوٹتے ہی بولا۔

”یار سعد...... رات سے مجھے ایک نئی الجھن نے گھیر لیا ہے۔“

”کیسی الجھن بھئی......؟“ میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

”سعد......تم تو جانتے ہو کہ شمائل کتنی حسین ہے، اچھا ہو رہی ہے، پھوپا کا اچھا خاصا بزنس بھی ہے۔“

”ہاں تو پھر......؟“

”میرا مطلب ہے کہ شمائل کا کسی اور جگہ رشتہ نہ طے ہو جائے......ظاہر ہے اتنی خوبیوں والی لڑکی کے لیے رشتوں کی کیا کمی......“

”ہوں......“ میں پُرسوچ انداز میں ہنکارا ابھرتے ہوئے بولا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو......لیکن یہ تو کوئی فکر والی بات نہیں، تم خالہ سے بات کرلو کہ وہ تمہارے لیے رشتہ ڈال لیں۔“

”یہی تو مشکل ہے......میں امی اور بابا جان سے بات نہیں کرسکتا......“ وہ سنجیدگی سے کہنے لگا۔

”لیکن کیوں شہاب......؟ ظاہر ہے ان دونوں کی انوالومنٹ کے بغیر تو کچھ نہیں ہوسکتا ناں......؟“ میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”ہاں......لیکن تم جانتے ہو...... میری دو بہنیں ابھی تک کنواری ہیں...... دونوں کے لیے امی اور بابا جان بہت فکر مند ہیں کہ دونوں کی عمر نکلی جارہی ہے اور ڈھنگ کا کوئی رشتہ دستیاب نہیں......تو میں ان حالات میں کیسے اپنی شادی کی بات کرسکتا ہوں......امی اور بابا جان کو برا تو لگے گا ہی لیکن وہ مجھے خود غرض بھی سمجھیں گے کہ میری بہنوں کی عمر نکلی جارہی ہے۔ لیکن مجھے ان کی فکر نہیں ہے اور اپنی شادی کی پڑی ہے۔“

اس کی بات بالکل صحیح تھی......ہم کچھ دیر اسی بات پر سوچتے رہے لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے تو میں نے اسے کہا۔

”دیکھو اتنی جلدی تو ہم کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے...... یہ بہت اہم معاملہ ہے......سو ہم کو سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا ہوگا...... جلدی کا فیصلہ شیطان کا ہوتا ہے......ہم دونوں خوب سوچ سمجھ کر اس کا مناسب حل نکالیں گے......“ وہ میری بات سمجھ گیا...... بعد میں، میں کچھ گھریلو الجھنوں میں گھر گیا...... بڑے بھائی نے کوئی لڑکی پسند کی تھی جس سے وہ شادی کرنا چاہتے تھے جبکہ والدین اس کے خلاف تھے بس اسی بات کی وجہ سے گھر میں ہر روز معرکہ ہوتا......گھر کا ماحول خراب ہو رہا تھا اور ہم بھی اس کی لپیٹ میں آرہے تھے......وقتی طور پر شہاب کے مسئلے کی طرف سے بھی میرا دھیان ہٹ گیا تھا۔ چند دنوں سے شہاب بھی نظر نہیں آیا تھا......اس دن کئی دنوں کے بعد میں شہاب کے گھر جانے کا سوچ رہا تھا

کہ اچانک وہ آ گیا...... اس کے چہرے پر دبے، دبے جوش کی سی کیفیت تھی اور یہ کیفیت تبھی ہوتی جب وہ مجھے کچھ بتانے کو بے چین ہوتا...... میں نے غور سے اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو دیکھا اور پوچھا۔

''کیا بات ہے شہاب...... تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟''

''ہاں......'' وہ میری بات ختم ہونے سے قبل بولا۔ ''میں نے اس مسئلے کا حل ڈھونڈ لیا ہے۔''

''اچھا......'' میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''کیسا حل؟''

''دیکھو سعد...... تم میری بات غور سے سنو...... ہم دونوں یعنی میں اور تم لاہور جائیں گے پھپو کے گھر...... اور...... اور شمائل کا ہاتھ پھپو سے مانگیں گے۔''

''کیا...... کیا؟'' میں چیخ کر حیرت سے بولا۔ ''یعنی تم اپنا رشتہ خود مانگو گے؟''

''میں نہیں...... تم مانگو گے میرا رشتہ......''

''کک...... کیا...... کیا کہہ رہے ہو...... میں بھلا...... میں نے ایسے کام کب کیے ہیں شہاب......'' میں حیرت کی انتہاؤں پر تھا۔

''دوستوں کی خاطر وہ کام بھی کیے جاتے ہیں سعد جو بندے نے کبھی نہیں کیے ہوتے۔'' شہاب اطمینان سے بولا...... میں ہکا بکا منہ پھاڑے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی بات کو بڑھاوا دیتے ہوئے بولا۔

''میں نے بہت سوچا سعد...... اور اس نتیجے پر پہنچا کہ پھپو کوئی غیر تو نہیں ہیں...... ہم انہیں اعتماد میں لے سکتے ہیں...... اس طرح امی اور بابا جان کے سامنے میں شرمندہ ہونے سے بھی بچ جاؤں گا...... اور شمائل پر میرے نام کا ٹھپا بھی لگ جائے گا۔''

''لیکن شہاب......'' میں پریشان سا ہو کر بولا۔ ''یہ سب بڑوں کے کرنے کے کام ہیں...... کہیں کچھ غلط نہ ہو جائے...... یا پھر اگر تمہاری پھپو نے خالہ کو بتا دیا تو...... تو کیا ہوگا۔ اور میری میرے، امی، ابا تک بھی بات پہنچے گی......''

''اب تم بات کو الجھاؤ مت......'' وہ بگڑ کر بولا۔ ''پھپو ایسی نہیں ہیں...... تم انہیں سمجھا دو گے کہ یہ معاملہ امی اور بابا جان سے خفیہ رہے گا...... ویسے بھی وہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں بس تم لاہور جانے کی تیاری کرو......''

''اتنی جلدی......'' میں گڑبڑا کر بولا۔ ''شہاب...... گھر میں ٹینشن چل رہی ہے، میں چلا گیا تو اماں، ابا کو اچھا نہیں لگے گا۔''

''اور میں...... میرے اندر جو توڑ پھوڑ ہو رہی ہے...... کیا ایک دوست ہونے کے ناتے تم اس کا مداوا نہیں کرو گے......'' اس نے میری دوستی کو للکارا۔

''بس...... اب بہانے بنانے بند کر دو...... اور بیگ میں ایک دو جوڑے کپڑوں کے رکھ کر تیار ہو جاؤ...... ہم ابھی نکلیں گے......'' وہ مجھے کسی بھی بات کا موقع دیے بغیر بولا۔

اسی شام ہم ٹرین میں بیٹھے لاہور کی طرف رواں دواں تھے...... راستے میں ہم دونوں اسی مسئلے پر بات چیت کرتے رہے وہ مجھے سمجھا رہا تھا کہ پھپو سے کیسے بات کرنی ہے جبکہ لاکھ نڈر ہونے کے باوجود مجھے اس مسئلے پر بات کرنی مشکل لگ رہی تھی لیکن شہاب مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا اور اس کی زندگی بنانے کے لیے میں ایسے بہت سارے رسک لے سکتا تھا...... رات گئے ہم لاہور پہنچے اور جب ٹیکسی پھپو کی کوٹھی کے سامنے رکی تو مجھے سچ مچ کی گھبراہٹ نے آ گھیرا۔

پھپو ہمیں دیکھ کر بہت حیران ہوئیں پھر بے انتہا خوش بھی ہوئیں اور کھنکتے ہوئے لہجے میں بولیں۔

''ارے...... یہ آج دو، دو چاند کیسے میرے گھر میں اتر آئے ہیں۔''

''بس پھپو...... یوں سمجھیے کہ آپ کی یاد بھی آ رہی تھی اور فارغ بھی تھے سو پروگرام بنا لیا آنے کا......'' شہاب پھپو کے گلے لگ کر بولا۔

''تم لوگوں نے بہت اچھا کیا...... اب میں جلدی نہیں جانے دوں گی۔'' پھپو ہنس کر بولیں۔ پھوپا بھی بڑی محبت اور گرمجوشی سے ملے...... وسیم جو ہمارا ہم عمر تھا ہم سے مل کر بہت خوش ہوا...... اور مختلف جگہوں پر جانے کے پروگرام بنانے لگا۔ شمائل کالے اور سرخ رنگ کے امتزاج سے بنے لباس میں بہت حسین لگ رہی تھی...... وہ بار، بار شہاب سے کہہ رہی تھی۔

''اگر آپ کے ساتھ نوشی باجی اور عائزہ باجی بھی آ جاتیں تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی۔''

''اور اگر میرے بھیا اور بھابی بھی آ جاتے تو مجھے اور خوشی ہوتی۔'' پھپو ہنس کر بولیں۔

''گویا ہمارے آنے کی خوشی صرف وسیم کو ہو گی اور

کسی کو نہیں......'' شہاب کی مزاحیہ انداز میں کہی بات پر سب نے قہقہہ لگایا۔

''نہیں...... شہاب تم تو میرے دل کا ٹکڑا ہو...... اور سعد بھی میرے دل کے بہت قریب ہے...... تم دونوں کے آنے کی خوشی تو بہت زیادہ ہے لیکن تم دونوں کے گھر کے باقی لوگ بھی آ جاتے تو یہ خوشی دوبالا ہو جاتی...... خیر...... پھر سہی......'' پھر وہ بولیں۔ ''اچھا تم دونوں کمرے میں جا کر فریش ہو جاؤ...... میں کھانا، چائے سب اکٹھا میز پر لگواتی ہوں۔''

ہم دونوں گیسٹ روم میں آ گئے...... نوکر ہمارے بیگز پہلے ہی وہاں رکھ گیا تھا...... پھپو کی یہ چھوٹی سی کوٹھی لاہور کے دل گلبرگ میں واقع تھی۔ کوٹھی بہت آراستہ و پیراستہ تھی...... ہر کمرا دوسرے سے بڑھ کر تھا...... آرائش کی ساری چیزیں بہت قیمتی تھیں۔ فرنیچر لاکھوں کی مالیت کا تھا۔ ہر کام کے لیے الگ، الگ نوکر تھے۔ گیسٹ روم میں استعمال کی تمام ضروری اشیا تھیں اور ہر چیز ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ واش روم صاف ستھرا جگمگ کر رہا تھا اور اس میں ضرورت کی ساری اشیا موجود تھیں۔ میں حیران ہونے کے ساتھ، ساتھ پریشان بھی ہو گیا تھا۔ شہاب اور شمائل کے طرزِ زندگی میں واضح فرق تھا۔ ہم مڈل کلاس طبقے سے تعلق رکھتے تھے جبکہ وہ اعلیٰ سوسائٹی کے رہن سہن کے عادی تھے...... اس کے علاوہ شہاب کو ابھی جاب بھی نہیں ملی تھی اور اگر جاب مل بھی جاتی تو اس سے کیا ہوتا...... وہ جاب ہرگز ایسی نہیں ہوتی جس سے وہ شمائل کو ایسی زندگی دیتا جس کی وہ عادی تھی...... میں سوچنے لگا کہ اگر ان سب باتوں میں کوئی حوصلہ افزا بات تھی تو یہ کہ شہاب کی پھپو اپنے بھائی اور اس کے سارے گھرانے سے محبت کرتی تھیں اور شاید اسی محبت کے طفیل وہ شہاب کا رشتہ شمائل کے لیے قبول کر لیں۔

☆☆☆

اگلا سارا دن وسیم ہمیں لاہور کی مشہور جگہوں پر گھماتا رہا اس نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہمیں کھانا کھلایا۔ وسیم انجینئرنگ کر چکا تھا اور آج کل ایک سرکاری ادارے میں جاب کر رہا تھا۔ لیکن اس دن اس نے چھٹی کی اور سارا دن ہمیں سیریں کرواتا رہا...... اس رات جب ہم اپنے کمرے میں تنہا ہوئے تو شہاب بولا۔

آؤ کہ ہم

سنو
آؤ کہ ہم
اس راہ سنگ چلیں
جہاں دکھ کا کوئی پتا
اداسی کا کوئی چہرہ
ویرانی کا کوئی راستہ نہ ہو
جہاں ہمارے سنگ
خوشیاں ہوں
آؤ کہ موروں کے سنگ چلیں
جھومیں ہم
ہر قدم پر ناچیں
آؤ ساز کے سنگ
سوز میں ڈوبیں
بیتے لمحوں کو یاد کریں
رو کر ہنسیں
آؤ کہ ہم
بس اب ہم خوشیاں منائیں

کاوش، نرمین سرھیو، سندھ

''یار سعد...... تم جانتے ہو ہم یہاں سیریں کرنے نہیں آئے بلکہ ایک خاص مقصد سے آئے ہیں۔ مجھے بہت بے چینی ہو رہی ہے...... تم جلد سے جلد پھپو سے بات کر لو......''

''میری کوشش ہوگی کہ کل ہی بات کر لوں...... ذرا ماحول بھی تو سازگار ملے۔'' میں نے اسے تسلی دی لیکن مجھے یہ بات بڑی عجیب لگ رہی تھی کسی ماں سے اس کی بیٹی کے متعلق ایسی بات کرنا...... مجھے کچھ توہین آمیز لگ رہی تھا...... لیکن شہاب عشق کی ایسی اسٹیج پر تھا کہ اسے کچھ سمجھایا نہیں جا سکتا تھا سو میں دل ہی دل میں اس امتحان سے گزرنے کے لیے خود کو تیار کرنے لگا۔

اگلے دن خاصی سردی پڑ رہی تھی...... پھپو دھوپ

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

میں کرسی پر بیٹھی کینو چھیل کر کھا رہی تھی انہوں نے نوکر کو ہمیں بلانے کے لیے بھیجا...... شہاب مجھ سے کہنے لگا کہ بس یہی موقع ہے پھپو سے بات کرنے کا...... پھپا اور وسیم اپنے کام کے چلے گئے تھے...... شمائل کالج گئی ہوئی تھی...... پھپو تنہا تھیں میں لان میں آ گیا...... شہاب جان بوجھ کر کمرے میں رہ گیا۔ پھپو میری طرف کینو کی پلیٹ بڑھاتے ہوئے بولیں۔

''اس سال لاہور میں بہت سردی پڑ رہی ہے ورنہ لاہور کا موسم بڑا معتدل رہتا تھا۔''

''جی پھپو......'' میرا دل دھڑ، دھڑ کر رہا تھا لگتا تھا جیسے دل سینے کے بجائے کانوں میں دھڑک رہا ہو...... میں مردہ ہاتھوں سے کینو چھیل رہا تھا۔

''شہاب نہیں آیا۔ کیا کر رہا ہے کمرے میں؟'' وہ پوچھنے لگیں۔

''پھپو...... مجھے آپ سے ایک ضروری بات کہنی ہے۔'' میں اپنے دھڑ دھڑ کرتے دل کو قابو میں کرتا ہوا بولا۔

''ہاں...... ہاں...... کہو......'' وہ بڑے اچھے موڈ میں کینو کی قاش منہ میں رکھتے ہوئے بولیں۔

''وہ...... میرا مطلب ہے...... مجھے شہاب کے بارے میں کچھ بات کرنی ہے۔'' میں نے دل کڑا کر کے کہہ ہی دیا۔

''شہاب کے بارے میں؟'' وہ بڑی شدت سے چونکیں...... ''شہاب کے بارے میں کیا بات کرنی ہے؟'' وہ ذرا الجھ گئیں۔

میں کچھ دیر خاموش رہا...... سوچتا رہا...... لیکن بات تو کرنی تھی سو رک، رک کر دھیمے لہجے میں بولا۔

''وہ...... شہاب شادی کرنا چاہتا ہے۔''

''کیا......؟'' وہ حیران نظروں سے مجھے دیکھنے لگیں...... پھر بے اختیار ہنس پڑیں۔

''اب بھی...... شہاب چاہتا ہے کہ میں اس کی سفارش کر دوں...... بھیا اور بھائی سے...... یہی بات ہے ناں......!'' وہ مجھ سے اپنی کہی بات کی تصدیق چاہنے لگیں۔

''نہیں......'' میں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ایسی بات نہیں ہے۔''

''کیا......؟'' ان کی ہنسی کو اچانک بریک لگ گیا...... ''اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر کیا بات ہے؟'' ان کی حیرت میں اضافہ ہو گیا تھا میرا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ میں ساری بات ادھوری چھوڑ کر یہاں سے بھاگ جاؤں...... وہ مجھے الجھی نظروں سے دیکھ رہی تھیں لیکن مجھے بات تو بہر حال کرنی تھی اور ہر حال میں کرنی تھی...... سو میں بہ مشکل خود کو بات کرنے کے لیے آمادہ کرتے ہوئے بولا۔

''پھپو...... شہاب...... دراصل شہاب، شمائل سے شادی کرنا چاہتا ہے۔'' میں اب نظریں نہیں اٹھا پا رہا تھا میں نیچے گھاس کو گھور رہا تھا...... مجھ میں ہمت نہیں تھی کہ میں نظریں اٹھا کر پھپو کو دیکھتا.... لیکن جب پھپو کی خاموشی بہت زیادہ طویل ہونے لگی تو میں نے ڈرتے، ڈرتے نظریں اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تو ان کا رنگ ہلدی کی طرح پیلا پھٹک ہو گیا تھا اور جانے وہ ضبط کی کن، کن منزلوں سے گزر رہی تھیں۔ میں نے معاملے کی وضاحت ضروری سمجھی تو جلدی سے کہنے لگا۔

''دراصل پھپو...... شہاب نے اس ڈر سے اپنے والدین کو نہیں بتایا کہ ابھی اس کی بہنوں کی شادیاں نہیں ہوئیں۔ کہیں اس کے والدین اسے خود غرض نہ سمجھیں کہ بہنوں سے زیادہ اسے اپنی شادی کی فکر ہے جبکہ دوسری طرف اسے یہ خدشہ بھی تھا کہ لاعلمی میں آپ کہیں شمائل کا رشتہ کہیں اور نہ طے کر دیں۔''

''شہاب کے پھوپا نے شمائل کا رشتہ اپنے بھائی کے بیٹے سے طے کر رکھا ہے...... اگرچہ باقاعدہ منگنی وغیرہ تو نہیں ہوئی لیکن دونوں بھائیوں کے درمیان بات پکی ہو گئی ہے...... اور تم جانتے ہو کہ ساری بات زبان کی ہوتی ہے...... یہ بات شہاب کو بھی سمجھا دینا۔'' پھپو میری بات کاٹ کر بولیں۔

وہ مزید کچھ کہنے بنا اٹھ کھڑی ہوئیں اور اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں...... لیکن ان کی بات سے مجھے ایسے لگا جیسے بم کا گولہ کسی نے میرے سر پر پھوڑ دیا ہو...... میں حواس باختہ سا بیٹھے کا بیٹھا رہ گیا۔ میرے وجود نے جیسے ہلنے جلنے سے انکار کر دیا تھا...... میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ شہاب سے میرا سامنا ہو لیکن ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ شہاب سے نہ صرف میرا سامنا ضروری تھا بلکہ یہ کونین سے زیادہ کڑوی بات بھی اس کے کانوں میں انڈیلنی تھی...... اور یہ کام مجھے ہی کرنا تھا۔ شہاب کمرے

میں ٹہل، ٹہل کر بے چینی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھا تو لپک کر میرے پاس آیا۔ بے چینی اس کے سارے وجود سے عیاں تھی۔

''کیا ہوا...... پھپو نے کیا کہا؟'' میرے چہرے پر اس کی نظریں پڑیں تو وہ بدک کر پیچھے ہٹ گیا اور مردہ لہجے میں بولا۔

''کیا...... کیا...... پھپو نے انکار کر دیا......'' اور تب میں نے اسے ساری بات بتادی۔

''نہیں...... ایسا نہیں ہو سکتا...... شمائل میری ہے صرف میری...... میرے جیتے جی اسے مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا......'' وہ وحشت زدہ انداز میں بولا۔

''شہاب......'' میں نے اسے سنبھالتے ہوئے نرمی سے کہا۔ ''بعض چیزیں قسمت میں نہیں ہوتیں...... شادی کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے...... جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں...... شمائل کے ساتھ تمہارا جوڑا اللہ نے نہیں بنایا ہوگا۔''

''بکواس مت کرو......'' وہ مجھ پر چڑھ دوڑا...... ''اگر اس کا جوڑ خدا نے میرے ساتھ نہیں بنایا تو میرے دل میں اس کی خواہش، اس کی محبت کیوں پیدا کی......؟'' وہ دھاڑ کر بولا۔

''چلو اٹھو...... ہم اسی وقت واپس جائیں گے......'' وہ بیگ میں کپڑے ٹھونستے ہوئے بولا۔

''ہاں شہاب...... لیکن ہمیں پھپو سے تو اجازت لینی چاہیے......'' میں اسے روکتے ہوئے بولا لیکن اس پر جیسے ایک جنون سا سوار ہو گیا تھا، اس کے چہرے اور آنکھوں کا رنگ لال شربتی ہو گیا تھا۔

''اگر تم نے ٹھہرنا ہے تو ٹھہر جاؤ...... میں اب ایک سیکنڈ بھی یہاں نہیں گزاروں گا۔'' وہ بیگ کندھے پر لٹکا کر تیزی سے گھر سے نکل گیا میں بادلِ ناخواستہ اس کے پیچھے، پیچھے پھپو کے گھر سے نکل آیا۔ سارے راستے میں اسے سمجھاتا رہا...... اسے تسلیاں دیتا رہا۔ وہ میری باتیں کیا سنتا وہ تو جیسے اپنے حواسوں میں نہیں تھا...... میں اس کی عشق کی شدت دیکھ کر حیران تھا...... وہ ایسا تو نہیں تھا وہ تو ایک معصوم سا اپنے آپ میں مگن رہنے والا بندہ تھا۔ لیکن یہ محبت کیا چیز ہوتی ہے جو بندے کو حال سے بے حال کر دیتی ہے۔ جیسے تیسے سفر گزرا اور میں اسے اس کے گھر دروازے پر چھوڑ کر اپنے گھر آ گیا۔ اماں، ابا کے چھوٹے، بڑے کاموں نے کچھ دن مصروف رکھا لیکن مجھے ہر آن شہاب کی فکر ستاتی رہی۔ دوسرے مجھے یہ بھی فکر تھی کہ کہیں پھپو نے شہاب کے گھر میں کچھ کہہ نہ دیا ہو...... آخر ہم ان سے ملے بغیر آ گئے تھے جو سیدھے سبھاؤ بدتمیزی کے زمرے میں آتا تھا لیکن ایسا تو کچھ نہ ہوا لیکن شہاب کے بہت بیمار ہونے کا عندیہ آ گیا۔ میں گھبرا کر سب چھوڑ چھاڑ حواس باختہ سا شہاب کے گھر میں گھسا تو اس کی ماں کو روتا پا کر میرے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے...... اس کی بہنیں الگ ہراساں سی کھڑی تھیں۔

''شہاب کو کیا ہوا خالہ؟'' میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''ہونا کیا ہے بچے......'' وہ دوپٹے کے پلو سے اپنے آنسو پونچھتی ہوئی بولیں۔ ''جب سے لاہور سے آیا ہے...... بس بستر کا ہو کر رہ گیا ہے۔ بخار اس کی جان ہی نہیں چھوڑ رہا......''

میں خالہ کو کوئی جواب دیے بغیر تقریباً دوڑتا ہوا شہاب کے کمرے میں داخل ہو گیا تو شہاب اٹوائی کھٹوائی لیے بستر پر پڑا تھا...... میں اس کی حالت دیکھ کر سکتے میں آ گیا...... وہ بخار میں تپ رہا تھا اور بہت کمزور لگ رہا تھا...... میں نے بے چینی سے اسے آوازیں دینی شروع کیں تو اس نے بڑی دقت سے آنکھیں کھولیں اور خالی، خالی نظروں سے مجھے دیکھنا شروع کیا...... میں نے اس کے ماتھے پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ آگ کی طرح جل رہا تھا...... میں حد سے زیادہ گھبرا گیا اور شہاب کو لے کر فوراً اسپتال کی طرف دوڑا...... وہاں سارا دن میں اسے ٹسٹوں کے پیچھے اور ایک ڈاکٹر سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کے پیچھے دوڑتا رہا، وہ تو بخار سے بے حال تھا میں اسے وہیل چیئر پر لے کر گھومتا رہا...... آخر کار ڈاکٹروں نے اسے ایڈمٹ کرنے کا فیصلہ کر لیا...... رات کو بھی میں اس کی پٹی سے لگا بیٹھا رہا اور خالہ اور خالو کو زبردستی گھر بھیج دیا...... اس کا بخار کسی طرح نیچے نہیں آ رہا تھا...... رات کے کسی پہر وہ کمزور آواز میں مجھ سے کہنے لگا۔

''مجھے گھر لے جاؤ سعد...... تم جانتے ہو کہ میرا علاج ان ڈاکٹروں کے پاس نہیں...... مجھے گھر میں سکون سے مرنے دو......'' میں اس کی بات پر بھڑک اٹھا۔ پہلے تو اسے خوب بری بھلی سنائیں پھر اسے سمجھانے لگا کہ وہ

اپنی جان کو ایک لڑکی کے پیچھے گنوا رہا ہے، آخر وہ اتنا کمزور کیسے پڑ گیا...... وغیرہ...... وغیرہ۔

وہ آنکھیں بند کیے میری باتیں میری نصیحتیں سنتا رہا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں بولتے، بولتے تھک گیا تو خود ہی چپ ہو گیا۔ لیکن میں نے دل میں ایک فیصلہ کر لیا تھا اور اگلے دن اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔

اگلے دن میں نے شہاب کی دیکھ بھال کے لیے خالو کو بلایا اور خود ایک ضروری کام کا بہانہ بنا کر اسپتال سے نکل آیا...... اسپتال سے نکل کر میں سیدھا ریلوے اسٹیشن گیا اور لاہور جانے والی ٹرین کے لیے ٹکٹ لے لیا۔ میرے کپڑے ملگجے تھے، جیب میں پیسے بھی کم تھے لیکن میں گھر جانے کا تردد کر کے وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا سو میں نے کسی بات کی پروا نہیں کی...... بھوک بھی لگی تھی کل سے ایک نوالہ تک میرے منہ میں نہیں گیا تھا...... دراصل شہاب کی حالت دیکھ کر میری اشتہا ہی ختم ہو گئی تھی...... اب ٹرین کے باہر پیالیوں کی ٹک، ٹک اور پراٹھوں کی سوندھی، سوندھی خوشبو نے مجھے احساس دلا دیا تھا کہ میرا پیٹ بالکل خالی ہے لیکن میں اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ جیب میں جو تھوڑے بہت پیسے تھے وہ ناشتے پر لٹا دیتا سو دل مسوس کر رہ گیا...... ٹرین کب روانہ ہوئی...... میں کب اس میں بیٹھا اور کب ٹرین لاہور پہنچی...... مجھے اپنی پریشانی میں پتا ہی نہیں چلا...... لیکن جب میں نے رکشے والے کو پیسے دے کر فارغ کیا اور پھپھو کے گیٹ کے سامنے رکا تو گھبراہٹ اور پریشانی نے مجھے بری طرح اپنے گھیرے میں لے لیا۔

''کیا پتا پھپھو میری بات نہ سمجھیں اور مجھے دھکے دے کر نکال دیں تو شہاب کی زندگی کی کیا ضمانت ہو گی اگر پھپھو نہ مانیں تو...... کیا میرا عزیز از جان دوست مر جائے گا......'' میرا دل جیسے کسی نے زور سے دبوچا...... اس خیال کے ساتھ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور قدم لڑکھڑانے لگے...... میں نے خود میں ہمت پیدا کی اور اطلاعی گھنٹی پر ہاتھ رکھ دیا۔ کچھ وقفے کے بعد نوکر باہر آیا تو میں نے کہا۔ ''مجھے پھپھو سے ملنا ہے۔'' نوکر مجھے پہچان گیا ابھی کچھ دن پہلے تو ہم رہنے کے لیے آئے تھے...... وہ مجھے سیدھا لاؤنج میں بٹھا کر پھپھو کو خبر کرنے چلا گیا...... کچھ دیر بعد پھپھو آ گئیں۔

''سعد...... تم......؟'' ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں...... ''شہاب کہاں ہے؟ وہ تمہارے ساتھ نہیں آیا۔''

''پھپھو...... شہاب بہت بیمار ہے......'' میں پھوٹ، پھوٹ کر روتے ہوئے بولا...... ''وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔''

''کک...... کیا......؟'' پھپھو کا چہرہ یک بیک پیلا پڑ گیا...... ان کے ہونٹ لرزنے لگے...... ''کیا کہہ رہے ہو؟''

''میں سچ کہہ رہا ہوں پھپھو...... وہ اسپتال میں ایڈمٹ ہے...... ڈاکٹرز کوئی امید افزا بات نہیں کر رہے۔''

''نہیں سعد نہیں...... ایسا مت کہو......'' وہ رو کر بولیں۔ ''میرے بھائی کے آنگن کا پھول ہے وہ...... بھائی، بھابی کی امیدوں کا مرکز ہے...... ان کے بڑھاپے کا سہارا ہے۔'' میں اور پھپھو جب جی بھر کر رو چکے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا۔

''لیکن شہاب اتنا اچانک کیسے اس قدر سیریس بیمار ہو گیا۔'' ان کی بھیگی آنکھوں میں شدید حیرت تھی۔

''پھپھو...... آپ کے جواب نے اس سے زندہ رہنے کی امنگ چھین لی۔'' میں کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر بولا۔

''مم...... میرا جواب؟'' وہ اب بھی حیران پریشان تھیں۔

''ہاں پھپھو...... وہ شمائل کو بے اندازہ چاہتا تھا۔ وہ کسی اور کی ہو جائے...... یہ وہ برداشت نہ کر سکا...... اور بستر کا ہو کر رہ گیا۔ پھپھو......؟'' میں صوفے سے اٹھ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

''شہاب کو آپ ہی بچا سکتی ہیں...... اپنے بھائی کے گھر کا یہ واحد چراغ آپ ہی گل ہونے سے بچا سکتی ہیں۔''

''مم...... میں......؟'' پھپھو کی حیرت زدہ آواز میں لرزش تھی۔

''ہاں پھپھو...... آپ......'' میں ان کے پیروں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے گلوگیر آواز میں بولا۔

''پھپھو...... شمائل کو شہاب کی زوجیت میں دے دیجیے...... شہاب اسے بہت خوش رکھے گا...... شہاب کے پاس دولت کی کمی ضرور ہے لیکن شمائل کو شہاب کے گھر میں محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ملے گا...... شہاب کی بے پناہ محبت کے ساتھ، ساتھ اسے اپنے ماموں، ممانی کا پیار

اور ماموں زاد بہنوں کا خلوص اور ساتھ بھی ملے گا۔ اور شہاب پڑھا لکھا ہے اسے جلد ہی اچھی جاب بھی مل جائے گی۔ شمائل کو کوئی مسئلہ نہیں ہو گا اس گھر میں...... دوسرے آپ کی ریلیشن شپ بھی اس رشتے سے اور مضبوط تر ہو جائے گی۔''

''لیکن سعد...... شمائل کی بات طے ہو چکی ہے اور وہ بھی اس کے تایا کے گھر......'' پھپھو کے لہجے میں گہری تشویش تھی...... ''تمہارے پھوپا کیا مان جائیں گے؟''

''ان کو منانا تو آپ کا کام ہے پھپھو...... فی الحال تو مجھے اس خوشی سے سرشار ہونے دیجیے کہ آپ مان چکی ہیں۔'' میں بشاش لہجے میں بولا لیکن ان کے چہرے پر اب بھی تشویش کے آثار تھے اور ان کے ہونٹ آپس میں ایسے بھنچے ہوئے تھے جیسے مسکرانے کے فن سے ناآشنا ہوں...... اس دوران نوکر چائے اور دوسرے لوازمات ساتھ لے آیا تو میں نے پیٹ بھر کر ناشتا کیا...... اس دوران پھپھو گہری سوچ میں بیٹھی رہیں، میں نے بھی انہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا...... پیٹ پوجا کے بعد میں نے ان سے اجازت چاہی تو وہ حیران ہو کر بولیں۔

''اتنی جلدی...... ابھی تو آئے ہو......؟''

''ہاں پھپھو...... لیکن شہاب اسپتال میں ہے...... میں خالو کو بٹھا کر آیا ہوں...... بس آپ میری بات کو ہلکا نہ لیجیے کہ یہ شہاب کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔''

سارے راستے میرا دل اچھے اور برے خیالوں کی آماجگاہ بنا رہا...... جانے کیا ہو گا...... میری اس جرأت کو پھپھو اچھی نظر سے دیکھتی ہیں یا بری نظر سے...... دل میں بہت سے وسوسے آتے رہے...... راستہ بھی بہت لمبا تھا سوچوں نے مجھے آدھ موا کر رکھا تھا لیکن جب میں دھڑکتے دل اور لرزتے قدموں سے اسپتال پہنچا تو شہاب کی امی سامنے ہی برآمدے میں کھڑی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی وہ لپک کر میرے پاس آئیں...... ان کا چہرہ مارے خوشی کے چمک رہا تھا مجھے دیکھتے ہی وہ دبے دبے جوش سے بولیں۔

''کہاں غائب ہو گیا تھا تو...... شہاب بار، بار تجھے یاد کر رہا ہے۔''

''کیا شہاب...... میرا مطلب ہے...... کیسا ہے وہ......؟'' میں گھگیا کر بولا۔

''ارے اس نے تو اب ٹھیک ہی ہونا ہے۔'' وہ چہک کر بولیں۔

''کیا مطلب......؟'' میں بری طرح چونک اٹھا۔

''ارے...... اس کی پھپھو نے فون کر کے کہہ دیا ہے کہ اس نے شمائل کا رشتہ شہاب سے طے کر دیا ہے...... وہ دونوں یہاں آنے کے لیے تیار ہیں...... شہاب کو یہ خوش خبری سنا دی گئی تو بس...... اس کی بیماری تو ایسی اڑنچھو ہو گئی کہ ڈاکٹر تک حیران ہیں۔''

''کک...... کیا......؟'' میرے منہ سے مسرت بھری چیخ نکلی اور میں قلانچیں بھرتا ہوا شہاب کے کمرے تک جا پہنچا...... شہاب واقعی بالکل صحت مند تھا...... مجھے دیکھا تو اپنے بازو پھیلائے میں اس کے بازوؤں میں سمٹ گیا۔

''دیکھا...... دیکھا میرے جذبوں کی سچائی کو...... اب تو مان گیا ناں میری محبت کو...... سچا پیار کیا ہوتا ہے...... تو سمجھ گیا ناں......'' وہ میرے کانوں میں دھیرے، دھیرے بول رہا تھا۔

''ہاں...... بالکل سمجھ گیا......'' میں رندھے ہوئے لہجے میں بولا...... کمرے میں جیسے خوشیاں سمٹ آئی تھیں میں چپکے سے باہر آ گیا اور اسپتال کے لان میں ایک درخت کے نیچے بینچ پر بیٹھ کر سوچنے لگا...... شمائل کو دیکھ کر میرے دل نے بھی خواب بنے تھے، مجھے پہلی بار معلوم ہوا تھا کہ محبت کسے کہتے ہیں لیکن شاید دوستی وہ جذبہ ہے جو محبت سے زیادہ قوی ہے...... شہاب کی حالت دیکھ کر میں خود اپنی محبت کو بھول گیا اور بس یہ یاد رکھا کہ شہاب کو اس کی محبت دلوانی ہے...... اپنی محبت پر دل ہی دل میں فاتحہ پڑھی تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو ابل پڑے۔

ایک آنٹی جانے کب سے مجھے دیکھ رہی تھیں مجھے روتے دیکھا تو میرے پاس آ کر پوچھنے لگیں۔

''بیٹا کوئی مر گیا ہے کیا......؟''

''ہاں آنٹی...... محبت مر گئی ہے۔'' میں نے سر اٹھا کر دکھ سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

اُن کے حیران چہرے پر دوسری نظر ڈالے بغیر میں نے اپنے آنسو پونچھے اور دل میں عہد کیا کہ یہ شمائل کی یاد میں میرے آخری آنسو ہوں گے۔